حق زندگی شہری کا پہلا حق ہے

تحریر: سہیل احمد لون

گزشتہ دنوں برطانیہ کے دو طالب علم 23 سالہ Hannah Witherdge اور 24 سالہ David Miller تھائی لینڈ میں سیر و سیاحت کی غرض سے گئے جہاں ساحل سمندر Koh Tao پر ان کی لاشیں ملیں۔ تھائی لینڈ کی پولیس بھی پاکستانی پولیس کی طرح ایمانداری سے کام کرنے کی بجائے رشوت اور اقربہ پروی کو ترجیح دیتی ہے اور یہ بات میں اپنے ذاتی تجربے کی بنیاد پر کہہ رہا ہوں۔ میں حالیہ گرمیوں کی چھٹیاں تھائی لینڈ میں گزار کر آیا ہوں جہاں پر پولیس گردی کے بے شمار کیسز دیکھے۔ خصوصاً بنکاک میں اس وقت پاکستانیوں کی کثیر تعداد موجود ہے جنھوں نے وہاں UNO کے دفتر میں اپنا اسائلم کیس درج کروایا ہے۔ ان لوگوں کی اکثریت کے پاس تھائی لینڈ کا ویزا نہیں ہوتا کیونکہ اس کے لیے ورک پرمٹ کی شرط ہوتی ہے جو مفت میں نہیں بنتا بلکہ اس کے لیے بھی بھاری رشوت دینا پڑتی ہے۔ وہاں رہنے کا صرف ایک ہی قانونی جواز اقوام متحدہ کا وہ پیپر ہوتا ہے جس میں یہ درج ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنا کیس رجسٹر کروایا ہے ۔اس کے بعد انٹرویو کی تاریخ تقریباً دو سال تک آتی ہے جس کے بعد کیس پاس ہو جانے کی صورت میں امریکہ، کینیڈا، یورپ، آسٹریلیا یا برطانیہ وغیرہ پہنچنے میں چھ سے نو ماہ لگ جاتے ہیں۔ ڈھائی سے تین سال کے اس عرصے میں وہاں پولیس کو کمیٹی کی طرح رشوت بھی باقاعدگی سے ادا کرنا پڑتی ہے۔ اگر کمیٹی دینے میں تاخیر ہو جائے تو بچوں سمیت جیل میں ڈال دیا جاتا ہے جہاں سے باہر آنے کے لیے رشوت کی شرح چار گنا بڑھ جاتی ہے۔ اس معاملے میں تھائی لینڈ والے کسی بچے، بیمار، بوڑھے یا عورت کا بھی لحاظ نہیں کرتے۔ برطانوی سیاحوں کے قتل کی خبر برٹش میڈیا میں لیڈنگ سٹوری کی طرح پیش کی گئی۔ برطانوی حکومت نے اپنے شہریوں کی ہلاکت کا سختی سے نوٹس لیا جس کے نتیجے میں تا حال تھائی پولیس نے 2 افراد جن کا تعلق برما سے ہے، گرفتار کر کے پریس کے سامنے بھی پیش کر دیا ہے۔ ان کے ڈی این اے ٹیسٹ لاشوں سے ملنے والے شواہد سے میچ کر گئے ہیں، اب معاملہ عدالتی کارروائی تک جائے گا۔ تھائی لینڈ کی وزارت سیاحت نے مستقبل میں سیاحوں کے حفاظت کے پیش نظر "Safety wristband" متعارف کروانے کا اعلان کیا ہے جس سے سیاح کا نام، ہوٹل کا نام و پتہ اور دیگر معلومات درج ہونگی۔ اس کے علاوہ کوئی الیکٹرانک آلہ بھی ساتھ لگانے کا پروگرام زیر غور ہے جس سے ان کے مقامات کا تعین ہو سکے گا جہاں سیاح سیاحت کر رہا ہو گا۔

پس یہ تو ثابت ہوا کہ جس ملک کے حکمران اور ریاست اپنے شہریوں کی جان و مال کی حفاظت کا ذمہ لیں ان کی جان سے کسی دوسرے ملک میں بھی کھیلنا آسان بات نہیں۔ ہمارے ملک میں غریب عوام کی جان کی قیمت ہی کیا ہے؟ اگر ریاستی اداروں کو ہماری عوام کی جان کی قدر ہوتی تو ریمنڈ ڈیوس سرکاری اعزاز کے ساتھ امریکہ کے حوالے نہ کیا جاتا۔ حالیہ دنوں برطانیہ میں ایک 14 سالہ طالبہ Alice Green کی لاش River Brent سے ملی جس کے بعد قاتل کو ڈھونڈنے کے لیے 300 پولیس آفیسرز معمور کر دیے گئے۔ 7/7 کی دہشت گردی کے بعد یہ دوسرا واقعہ ہے جس پر اتنی بڑی تعداد میں پولیس آفیسرز تحقیقات پر معمور کیے گئے ہیں۔ تا حال سی سی ٹی وی فوٹیج کی مدد سے قاتل کا نام اور تصاویر جاری ہو چکی ہیں۔ امید ہے کہ Milly Dower کے قاتل کی طرح یہ بھی جلد پکڑا جائے گا۔ Milly

Dower جسے تیرہ برس کی عمر میں سکول سے واپسی پر اغواء کر کے قتل کر دیا گیا تھا۔جس کے بعد فون ہا کنگ سکینڈل سامنے آیا، جس کا ذکر ڈیوڈ کیمرون نے پارلیمنٹ ہاؤس کے فلور پر کیا۔Milly کے قاتل کو ہی سزا نہ ہوئی بلکہ فون ہا کنگ میں ملوث تمام کرداروں سمیت نیوز آف دی ورلڈ پر بھی پابندی لگا دی گئی۔ان دنوں افریقہ میں ایک خطرناک وبائی مرض Eloba پھیل چکا ہے جس سے ہزاروں لوگ ہلاک ہو چکے ہیں۔امریکی ریاست ٹیکساس میں بھی اس کا کیس سامنے آ گیا ہے جسکے بعد یورپ، برطانیہ سمیت دیگر ترقی یافتہ ممالک میں تشویش کی لہر دوڑ گئی ہے۔برطانیہ میں بھی Ebola کے خطرے سے نپٹنے کے لیے ہنگامی اجلاس منعقد ہوا۔اس کے علاوہ برطانوی حکومت اور فلاحی اداروں نے افریقی ممالک جہاں Ebola کا مرض پھیلا ہے وہاں طبی سہولتوں کے ساتھ مالی مدد بھی کی ہے۔اس کے ساتھ مقامی لوگوں میں اس مرض کی آگاہی اور اس کی روک تھام کے لیے خصوصی مہم بھی چلائی جا رہی ہیں جس میں میڈیا اپنا مثبت کردار ادا رہا ہے۔ایسا ہی سوائن فلو کی وباء کے دوران دیکھنے کو ملا تھا۔ جہاں ریاستی اداروں کو عوام کی جان کی فکر ہو وہاں ایسا ہی ہوتا ہے کہ وباء افریقہ میں پھیلی ہے مگر اس سے اپنی عوام کو بچانے کے لیے حفاظتی تدابیر کا نہ صرف سوچا جا رہا ہے بلکہ اس پر عمل بھی کیا جا رہا ہے۔

وطن عزیز میں غریب عوام کی جان شاید سب سے ارزاں شئے ہے۔اسی لیے آج تک ہم پولیو پر قابو نہیں پا سکے، ساون کے آتے ہی ڈینگی بھی سر نکال لیتا ہے، سیلاب کی تباہ کاریاں ہر سال ایک معمول کی بات بن چکی ہے جس سے صرف مال، مویشی، گھر بار، فصلیں ہی تباہ نہیں ہوتیں بلکہ بے شمار قیمتی جانیں وبائی امراض کی وجہ سے ضائع ہو جاتی ہیں۔سائنس ٹیکنالوجی کے دور میں صرف لاہور میں ہر سال درجنوں جانیں کھلے مین ہول میں گرنے سے ضائع ہو جاتی ہیں۔دہشت گردی سے ہونے والی ہلاکتوں کی تعداد اب گننے کی ضرورت نہیں کے وہ خط افلاس کے قریب پہنچنے کو ہے مگر ان لاکھوں اموات کی طرف کبھی توجہ نہیں دی گئی جو جعلی ادویات، ملاوٹ زدہ غذا، گندے پانی اور بھوک و افلاس سے تنگ آ کر خودکشیوں کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ جہاں حکومت وقت ہی ریاستی دہشت گردی کی سرغنہ ہو وہاں فریاد کس کو سنائی جائے؟ ماڈل ٹاؤن کے سانحہ کے بعد اب یہ بات عیاں ہو چکی ہے کہ عوام کی جان کی حفاظت ریاستی اداروں کی ذمہ داری نہیں۔جس ملک کی عوام کو وہاں کے ریاستی ادارے اور حکومت بھاؤ نہ دیں تو دیگر ممالک میں ان کی قدر و منزلت کیسے ہو گی؟ظلم جب حد سے بڑھ جاتا ہے تو اس کا انت ہونا بھی لازمی ہو جاتا ہے، اگر عوام کی جان و مال کی حفاظت اور حرمت نہ کی جائے تو ایک وقت ایسا ضرور آتا ہے جب عوام بھی اپنے حقوق کے مطالبوں کے لیے سڑکوں پر نکل آتے ہیں۔اگر میاں صاحبان سمیت سابقہ حکومتوں اور ریاستی اداروں نے عوام کی جان و مال کی پاسداری کی ہوتی تو آج انہیں ''گو نواز گو'' کے نعروں کا سامنا نہ کرنا پڑتا لیکن ان نعروں سے بھی حکومت کو صرف اتنا فرق پڑا ہے کہ وہ آہستہ آہستہ مشتعل ہونا شروع ہو چکی ہے بجائے اس کے کہ اس کا کوئی عقلی حل نکالا جاتا' اس نعرے پر غور کیا جاتا کہ آخر وہ کیا وجوہات ہیں کہ اس نعرے کو زور بروز مقبولیت ملتی جا رہی ہے؟عمران خان ایک کے بعد ایک بڑا جلسہ کرنے میں کیوں کامیاب ہو رہا ہے؟عوام منتخب حکومت کے بجائے غیر منتخب نمائندوں کے موقف کو درست کیوں سمجھ رہی ہے؟ آخر کچھ تو ہے جو پاکستانی عوام ہر گزرتے دن کے ساتھ بے یقینی کے بحرا لکاہل میں اترتی جا رہی ہے۔میاں برادران کے مشیران اب انہیں لاہور میں جلسہ کرنے کا مشورہ دے رہے ہیں اور اگر میاں نواز شریف نے یہ جلسہ کرنے کی تاریخ کا اعلان کر دیا تو پھر ایک اور ناقابلِ تلافی غلطی سرزد کر بیٹھیں گے کیونکہ ابھی تک عوام گزشتہ ماہ کے

بجلی کے بلوں کا دکھ نہیں بھولے۔ مسلم لیگ نون ضرور جلسہ کرے یہ اُس کا جمہوری حق ہے لیکن اس سے پہلے اگر وہ عوام کو کوئی ریلیف دے دے یا پھر کم از کم اگلے مہینے کے بل جن میں کمی کا وعدہ حکومت نے کیا ہے انہیں ہی عوام تک پہنچ جانے دیں گو یہ بھی ایک ڈنگ ٹپاؤ عمل ہی ہے لیکن حکومت کا جلسے کا شوق پورا ہو جائے گا لیکن حکومتیں مستقل اور مربوط ترقیاتی پروگرامز سے چلتی ہیں لیکن ہم جز وقتی کامیابی حاصل کر کے اپنی سیاسی ساکھ تو بچا سکتے ہیں لیکن حکومت اور سیاسی مستقبل بچانا مشکل ہو جائے گا کہ جب تک عوام کا عدم اعتماد حکومت پر ختم نہیں ہوتا ایسی کوئی بھی حرکت خودکشی کے مترادف ہو گی لیکن میاں نواز شریف اُسی منہ کی سنتے ہیں جو اُن کے کان کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

03-10-2014.

sohailloun@gmail.com